شذرات

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے پیغام کو عام کرنے اور اسے ملت کی عملی زندگی میں مشعل راہ بنانے کے لئے شاہ ولی اللہ اکیڈمی نے ۸ مئی سے ۱۴ مئی تک حیدرآباد میں سیمینار کا اہتمام کیا تھا۔ شاہ ولی اللہ اکیڈمی ۱۹۶۳ء کے اوائل میں قائم ہوئی تھی۔ اس پانچ سال کے عرصہ میں اکیڈمی نے رسائل کے ذریعہ اور حضرت شاہ صاحب کی کتابیں شائع کرکے ولی اللہی تعلیمات سے نہ صرف پاکستان بلکہ پورے برعظیم پاک و ہند کے علمی حلقوں کو متعارف کرانے کی مسلسل جدوجہد کی اور انہیں یہ ذہن نشین کرانے کی کوشش کی کہ آج اس دور میں اسلامی احیار کی وہی تحریک کامیاب ہو سکتی ہے۔ جس کی اساس اٹھارویں صدی کے شروع میں حضرت شاہ ولی اللہ نے رکھی تھی چونکہ سلسلہ کسی نہ کسی صورت میں ان دو سو سالوں میں برابر جاری رہا ہے اور آج بھی اس تحریک کے نام لیوا اور حضرت شاہ صاحب اور ان کے خانوادۂ علمی کو اپنا مرشد و رہنما ماننے والے ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ ضرورت اس فکری و علمی اور اصلاحی و انقلابی تحریک کا صحیح تاریخی جائزہ لینے اور آج کے مسائل اور حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اسے ایک زندہ اور فعال شکل دینے کی ہے۔ شاہ ولی اللہ اکیڈمی کے قیام کا دراصل مقصد یہ تھا۔ اب تک یہ علمی خطوط پر اس مقصد کے حصول میں کوشاں رہی اب وہ یہ چاہتی ہے کہ سیمیناروں کے ذریعہ اپنی اس دعوت کو ملت کے

ایک وسیع تر طبقے تک لے جائے۔

محکمہ اوقاف مغربی پاکستان کے ناظم اعلیٰ اور شاہ ولی اللہ اکیڈمی کے چیئرمین جناب محمد مسعود صاحب نے اپنے خطبۂ افتتاحیہ میں اکیڈمی کے زیر اہتمام ہونے والے اس سیمینار کی ضرورت اور افادیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ کے انقلابی فکر کا صرف کتابوں تک محدود رہنا کافی نہیں۔ اس صورت میں عوام کو اس سے استفادہ کرنے کا کبھی موقع نہیں مل سکے گا۔ اور خود مسعود صاحب کے الفاظ ہیں۔

"ایک ہاری کو جو اپنے کھیت میں اب بھی کسی رہنما کا منتظر ہے، جو اسے فلسفہ حیات سمجھائے۔ ایک معمولی پڑھے لکھے شخص کو جو زندگی میں رونق اور خوشحالی دیکھنے کا متمنی ہے کون بتائے گا کہ جن چیزوں کو وہ جگہ جگہ تلاش کرتا پھر رہا ہے وہ حضرت شاہ ولی اللہ کی تعلیمات میں موجود ہے" یہ سوال تھا۔ جس کا جواب شاہ ولی اللہ اکیڈمی کے کارکنوں نے اس سیمینار کی صورت میں دیا۔ مسعود صاحب نے اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے بتایا کہ یہ سیمینار اس پروگرام کی پہلی قسط ہے۔ اسے صاحب موصوف نے باعث مسرت بھی قرار دیا۔ اور امید افزا بھی۔ ان کے نزدیک اکیڈمی کے اپنے تحقیقی و اشاعتی پروگرام کے ساتھ سیمینار کی صورت میں جس نئے کام کا آغاز کیا ہے اس سے شاہ ولی اللہ کے انقلابی مشن اور شاہ ولی اللہ اکیڈمی کے ٹرسٹ کے وقف کرنے والے شاہ عبدالرحیم مرحوم کے مقاصد کی تکمیل ہو سکے گی۔

مسعود صاحب نے اپنے خطبہ میں خاص طور سے شاہ ولی اللہ کی تعلیمات کے ان پہلوؤں پر زور دیا، جن کا تعلق زیادہ تر معاشرے کی خوشحالی اور افراد کی ذہنی و مادی پاکیزگی سے ہے انہوں نے بتایا کہ شاہ صاحب کے نزدیک معاشرہ کا خوشحال ہونا اس کا فطری تقاضا ہے۔ کیونکہ اسی صورت میں افراد معاشرہ کی جسمانی اور روحانی صحت قائم رہ سکتی ہے اور وہ اچھے اخلاق کے مالک بن سکتے ہیں۔ اور یہ کہ جب معاشرے

کے سامنے اس کے تمام افراد کی خوشحالی نہیں رہتی۔ اور اس کے امیر بہت زیادہ امیر اور غریب بہت زیادہ غریب ہو جاتے ہیں، تو پھر ایسے معاشرہ کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔ مسعود صاحب کے الفاظ ہیں، شاہ صاحب کے نزدیک ایسے معاشرہ کا ختم ہو جانا ضروری ہوتا ہے۔ اور خود قضا و قدر بھی اس کے لئے وسائل فراہم کر دیتے ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ یہ معاشرہ جو روگی ہو چکا ہوتا ہے، ناپید ہو جائے اور اس کی جگہ ایک صالح اور صحت مند معاشرہ وجود میں آسکے۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ایک مقصد یہ بھی تھا اور آپؐ اور آپؐ کے صحابہ کے مبارک ہاتھوں سے آج سے تیرہ سو سال پہلے اس کی تکمیل بھی ہو گئی۔

جناب محمد مسعود صاحب نے اپنے خطبۂ افتتاحیہ کا اختتام ان الفاظ سے کیا۔ آپ نے فرمایا۔

شاہ صاحب کا فلسفہ عالمگیر ہے، وہ جس نظام حیات کو پیش فرماتے ہیں وہ ٹھوس جاندار ارتقائی اور انقلابی ہے۔ اس لئے مجھے امید ہے کہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی نے شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کی اشاعت کا جو پروگرام بنایا ہے، اس سے خاطر خواہ نتائج نکلیں گے۔

سیمینار کی، اس کے افتتاحی اجلاس کو چھوڑ کر کل گیارہ نشستیں ہوئیں۔ جن میں ممتاز اہل علم نے حسب ذیل مباحث پر اپنے مقالے پڑھے۔

فرد اور شاہ ولی اللہ۔ شاہ ولی اللہ اور معاشرہ۔ شاہ ولی اللہ کے سیاسی اور معاشرتی افکار۔ ولی اللہی تحریک۔ شاہ ولی اللہ اور تعلیم۔ شاہ ولی اللہ کے معاشرتی و اقتصادی افکار۔ مقالات کے بعد ان پر تبصرے بھی کئے گئے۔

سندھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب ڈاکٹر محمد صالح قریشی صاحب

سیمینار کے افتتاحی اجلاس میں خطبہ صدارت پڑھا۔ آپ نے حضرت شاہ صاحب کی علمی۔ اصلاحی اور اجتماعی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جہاں انہوں نے علم و تحقیق کی بے بہا خدمات انجام دیں، وہاں وہ ایک انقلابی شخصیت بھی ہیں۔ اور اس سلسلے میں حضرت شاہ صاحب نے قلمی و عملی دونوں طرح کی خدمات انجام دیں۔ ڈاکٹر محمد صالح قریشی صاحب نے بتایا کہ شاہ صاحب عالم بھی ہیں اور مفکر بھی اور وہ جو کچھ پیش فرماتے ہیں انہیں پڑھکر آدمی کچھ سوچنے اور کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ صاحب موصوف کے الفاظ میں۔

شاہ صاحب کا یہ انداز جدید بھی ہے اور اثر انگیز بھی۔ اور ضرورت اس بات کی ہے کہ پڑھے لکھے لوگوں کو شاہ صاحب کے اس تطبیقی اور انقلابی فلسفے سے متعارف کرایا جائے۔

جناب وائس چانسلر صاحب نے سیمینار کے انعقاد کا خیر مقدم کیا اور فرمایا۔ یہ دور ایٹم اور مشین کا دور ہے اس وقت لائبریریوں اور کتابوں کی سہولتیں تو موجود ہیں لیکن عام پڑھے لکھے لوگوں کے پاس وقت کم ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو تحقیقی و تدریسی کاموں میں مشغول ہیں۔ باقی پڑھے لکھے لوگ ایک محدود وقت میں شاہ صاحب کے تمام افکار سے، ظاہر ہے استفادہ نہیں کر سکتے، اس کے لئے سیمینار کا یہ سلسلہ بہت موزوں ہے۔

صاحب موصوف نے بتایا کہ اس طرح کے سیمیناروں کا فائدہ یہ ہوگا کہ جہاں ان میں شاہ صاحب کے افکار پر تحقیقی کام کرنے والے جمع ہو سکیں گے، وہاں جو لوگ ان افکار کو سمجھنا چاہیں گے وہ ان سیمیناروں میں پڑھے جانے والے مقالات سے استفادہ کر سکیں گے۔ اور اس طرح شاہ صاحب کے افکار کی زیادہ سے زیادہ نشر و اشاعت ہو سکے گی۔

اور آخر میں آپ نے یہ توقع ظاہر کی۔

"میری خواہش ہے کہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی اسی قسم کے سیمینار

کرانے کا آئندہ بھی بندوبست کرتی رہے۔ تاکہ اس علاقے کے عوام میں علمی و عملی شعور بیدار ہو اور سب لوگ مل کر ایک بہترین ذہنی علمی اور اقتصادی معاشرے کی تشکیل کر سکیں۔"

پروفیسر ڈاکٹر عبدالواحد ہالیپوتا نے سیمینار میں خطبۂ استقبالیہ پڑھا۔ آپ اہ ولی اللہ اکیڈمی کے ڈائرکٹر ہیں اور سیمینار کا انعقاد آپ ہی کی کوششوں کا بہ تھا۔ آپ نے ناظم اعلیٰ اوقاف جناب محمد مسعود صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ صاحب موصوف نے شاہ ولی اللہ کے افکار کی علمی اشاعت کے ضمن میں ان کی تجویز کو پسند فرمایا اس طرح سیمینار کا انعقاد ممکن ہو سکا۔ ڈاکٹر صاحب کے الفاظ میں:۔

آج کا یہ سیمینار شاہ ولی اللہ کے افکار کی تحریری، تقریری اور علمی اشاعت طرف آپ (جناب محمد مسعود صاحب) کے تعاون سے پہلا قدم ہے۔ اس علاقہ لے لوگوں میں اب انشاءاللہ پھر سے شاہ ولی اللہ کے سنہرے اصولوں اور افکار سے جو بیداری ہوگی، خدا اس کا آپ کو اجر دے گا۔

حضرت شاہ ولی اللہ کی تعلیمات کو سرزمین سندھ میں جس طرح نفوذ حاصل ہوا، ڈاکٹر ہالیپوتا نے اپنے خطبہ استقبالیہ میں اس کا تاریخی پس منظر بتایا۔ آپ نے کہا کہ اٹھارویں صدی میں شاہ ولی اللہ کے افکار نے برعظیم کے مسلمانوں میں یک ہل چل پیدا کر دی تھی۔ آگے چل کر اس سے جو اثرات مرتب ہوئے انہوں نے ایک تحریک کی شکل اختیار کی۔ یہ تحریک علماء و مجاہدین کے ذریعہ برعظیم کے گوشے گوشے میں پھیل گئی۔

سندھ میں یہ تحریک حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن اور مولانا عبیداللہ سندھی جیسے بزرگوں کے ذریعہ پھیلی۔ اور یہاں کے علماء اور عوام میں حضرت شاہ ولی اللہ کے افکار کا چرچا ہوا۔ غرضکہ بقول ڈاکٹر صاحب فروری ۱۹۶۳ء میں جب محکمۂ اوقاف کی طرف سے حیدرآباد میں شاہ ولی اللہ اکیڈمی کے قیام کا فیصلہ ہوا تو یہاں کی علمی فضا

اس کے لئے سازگار تھی۔

اس ضمن میں جہاں تک خود ڈاکٹر بالیپوتا کا تعلق ہے، انہوں نے مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم سے، جو اس زمانے میں حکمت ولی اللہی کے سب سے بڑے شارح اور علوم ولی اللہی پر بڑی گہری اور وسیع نظر رکھنے والے تھے اور جن کی ساری زندگی شاہ صاحب کی کتابوں کے مطالعہ اور ان پر غور و فکر کرتے گزری، شاہ صاحب کی کتابوں کو پڑھا اور ان کے مافیہ کو سمجھا۔ پھر موصوف آکسفورڈ یونیورسٹی تشریف لے گئے۔ اور وہاں شاہ ولی اللہ پر اپنا تحقیقی مقالہ لکھا۔ اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی۔

راقم السطور نے سیمینار کے افتتاحی اجلاس میں حاضرین سے شاہ ولی اللہ اکیڈمی کا اجمالی تعارف کرایا۔ وہ وقف جس کی آمدنی سے اس اکیڈمی کا وجود ممکن ہوا؟ اس کی محترمہ واقفہ جناب بی بی صاحبہ مرحومہ و مغفورہ کا ذکر کرتے ہوئے میں نے بتایا کہ یہ وقف محترمہ نے اپنے خاوند الحاج سید عبدالرحیم شاہ صاحب کے والد بزرگوار جناب سید محمد رحیم شاہ صاحب کے نام پر قائم کیا تھا۔

اس اکیڈمی کی خاص طور پر حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تعلیمات و افکار کے مطالعہ و تحقیق اور ان کی نشر و اشاعت کے لئے مخصوص کرنے کی وجہ بتاتے ہوئے میں نے کہا۔ حضرت شاہ ولی اللہ برعظیم پاک و ہند کے عظیم ترین عالم، عارف، حکیم، اور مفکر ہیں۔ اسلامی علوم کا کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں، جس میں ان کی بلند پایہ تصانیف نہ ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ شاہ صاحب کی پوری اسلامی دنیا میں ایک منفرد حیثیت ہے۔ وہ عالم کے ساتھ محقق بھی تھے اور محقق کے ساتھ ساتھ مجتہد بھی، منقول اور معقول دونوں علوم میں اور اس کے علاوہ وہ علوم تصوف و اشراق کے بھی امام تھے۔

خاص اس زمانے میں ہمیں شاہ صاحب سے کیا فکری و عملی رہنمائی مل سکتی ہے، اس کا ذکر کرتے ہوئے راقم السطور نے کہا۔ شاہ صاحب قدیم کو ساتھ لے کر جدید راستوں پر

چلنے کے داعی تھے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی طور پر یہ بھی القار ہوا تھا کہ تمہارے متعلق اللہ تعالے کا ارادہ یہ ہے کہ وہ تمہارے ذریعہ امت مرحومہ کے منتشر اجزا کو جمع کرے۔ چنانچہ آج ہماری ملت کی سب سے بڑی ضرورت یہی ہے۔

مزید برآں شاہ صاحب نے نہ تو گزشتہ ملی تاریخ کا انکار کیا اور نہ اسلام کو صرف ایک مکتب فکر تک محدود کر دیا۔ انہوں نے اپنے فکر کے دروازے مستقبل کے لئے بھی کھلے رکھے اور ماضی کے سلسلے کو بھی برقرار رکھا۔ مستقبل کے لامحدود امکانات کو اپنانے کا رجحان پیدا کیا۔ آج پوری ملت کو بالعموم اور پاکستان جیسی مملکت کو بالخصوص اس طرح کی مذہبی و فکری یگانگت کی جتنی شدید ضرورت ہے اس کا ہر ہوش مند مسلمان کو احساس ہے۔

یہ بتانے کے بعد راقم السطور نے عرض کیا کہ اس معاملے میں فکر ولی اللہی ہماری سب سے زیادہ رہنمائی کر سکتا ہے اور شاہ ولی اللہ اکیڈمی اس ضرورت کو پورا کرنے میں کوشاں ہے۔

اس کے بعد شاہ ولی اللہ اکیڈمی کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی گئی۔ اور گزشتہ پانچ سالوں میں اس نے جو کام کیا ہے، مختصراً اسے بیان کیا گیا۔ اس سلسلے میں راقم السطور نے کہا۔

خوشی کی بات ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے فلسفہ اور افکار کی اشاعت سے ملک میں یہ اثر پیدا ہو رہا ہے کہ پاکستان کے مختلف مذہبی فرقوں کے باشعور طبقے اب یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ یہاں اسلامی عقائد اور اصول و مبادی کی ایک ایسی عمومی وحدت ہونی چاہیئے، جو تمام فرقوں کے مسلمانوں کو اپنے اندر لے سکے۔ اور وہ مختلف فرقوں میں رہتے ہوئے جن کی اپنی جگہ ایک تاریخی حیثیت ہے، اسلام کی بڑی وحدت میں آسکیں اور اس طرح وہ سب ایک ہو کر اس مملکت اور اس کے عوام کی ترقی و سربلندی

کوشاں ہوں۔

اس مختصر سی مدت میں اکیڈمی کو بحیثیت ایک علمی و تحقیقی ادارہ کے دور و نزدیک تسلیم کیا گیا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا، ہالینڈ کے ایک مستشرق ڈاکٹر ایم ایس بالجن اکیڈمی میں آئے اور انہوں نے شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کی بعض بنیادی کتابیں ڈاکٹر بلوچ اور اکیڈمی کے دوسرے ارکان سے پڑھیں۔ ڈاکٹر بالجن شاہ ولی اللہ پر ایک کتاب لکھ رہے ہیں اسی طرح جامعہ سندھ کے دو طالب علم اپنے پی ایچ ڈی کے مقالات کی تیاری میں مستقل طور پر اکیڈمی کی لائبریری اور اس کے ارکان سے استفادہ کر رہے ہیں

سیمینار کے سات دنوں کے اجلاسوں میں دانشور حضرات کے علاوہ ایک کافی تعداد میں سندھ یونیورسٹی اور دوسرے مقامی کالجوں کے اساتذہ اور طالب علم برابر شریک ہوتے رہے۔ نیز علماء اور خطباء نے بھی اچھی خاصی تعداد میں سیمینار میں شرکت فرمائی۔ اور اس کے مباحث میں دلچسپی لی۔ ناظم اعلیٰ محکمہ اوقاف جناب محمد مسعود صاحب نے سیمینار میں ان حضرات کی شرکت کا ذکر کرتے ہوئے بالکل بجا فرمایا کہ ان میں استاد ہونے کی حیثیت سے بعض کا تعلق مستقبل کی نسل یعنی طلبہ سے ہے۔ اور بعض کا عالم اور خطیب ہونے کی حیثیت سے براہ راست عوام سے، اور حقیقت یہ ہے کہ اس وقت ضرورت ان دونوں طبقوں (عوام اور طلبہ) میں صحیح اسلامی فکر کو بیدار کرنے کی ہے۔

اگر ہمارے عوام بیدار ہوں گے تو ملک ترقی کرے گا۔ اور ہمارے بہت سے قومی مسائل حل ہو جائیں گے۔ اسی طرح جب ہمارے طلبہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسی شخصیت کے انقلابی افکار سے روشناس ہوں گے۔ تو ملک اور قوم کا مستقبل اصلاح پذیر ہوگا"۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت شاہ صاحب کی شخصیت بڑی جامع حیثیات ہے اور ان کے بعد ان کے ماننے والوں میں سے ہر گروہ نے ان کی اس عظیم شخصیت کی

کسی نہ کسی حیثیت کو خاص طور سے اپنایا۔ اور حضرت شاہ صاحب کی دوسری حیثیتوں کو چھوڑ کر خاص اس حیثیت پر بہت زیادہ زور دیا۔ اس سیمینار سے مقصود اصلی یہ تھا کہ شاہ صاحب کی تعلیمات کے وہ پہلو جن کا تعلق خاص طور پر عوام کی فلاح و بہبود سے ہے۔ ان کو اجاگر کر کے عوام کے سامنے لایا جائے۔ حضرت شاہ صاحب وہ عظیم اسلامی مفکر ہیں جنہوں نے انسانی مساوات اور عدل اجتماعی پر بہت زیادہ زور دیا۔ چنانچہ سیمینار کے ہال میں شاہ صاحب کا یہ قول بڑا نمایاں لکھا ہوا نظر آرہا تھا۔

اکتسبوا قدر ما یکفیکم ولا تکونوا کلاً علی الناس

(تم خود اپنے ہاتھ سے کماؤ اور لوگوں پر بوجھ نہ بنو

نیز شاہ صاحب کا یہ قول بھی۔

انما المرضی لکم الکسب بایدیکم

(بلاشبہ خدا کی مرضی یہ ہے کہ تم خود اپنے ہاتھ سے کماؤ)